سلسلہ: رسائلِ فتاویٰ رضویہ

جلد: چھبیسویں

رسالہ نمبر 3

تجلیۃ السلم ۱۳۲۱ھ
فی مسائل من نصف العلم

صلح کورشن کرنا نصف العلم کے کچھ مسائل میں

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ

تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم ۱۳۲۱ھ

(صلح کو روشن کرنا نصف العلم کے کچھ مسائل میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی ادخلنا فی السلم، وعاملنا بالمن والعفو والحلم، وعلمنا من العلم ومن نصف العلم، والصلٰوۃ والسلام علی الجواد الکریم الفائض علی عبیدہ من علم الفرائض، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واحبابہ وارثی علمہ واٰدابہ۔اٰمین!	اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسلام میں داخل فرمایا اور ہمارے ساتھ احسان، درگزر اور نرمی کا معاملہ فرمایا۔ اور ہمیں علم اور نصف علم (علم فرائض) سکھایا۔اور درود وسلام ہو اس ذات پر جو سخی، کرم فرمانے والا، اپنے غلاموں پر علم میراث کا فیضان فرمانے والا ہے اور آپ کی آل واصحاب اور دوستوں پر جو آپ کے علم اور آداب کے وارث ہیں۔الٰہی ! قبول فرما۔(ت)

امّابعد، یہ بعض مسائل فرائض ہیں جو فقیر کے سامنے پیش ہوئے اور ابنائے زمان نے ان کی فہم میں اغلاط کئے۔ مقصود ازالہ اوہام واغلاط وارائت سواء الصراط ہے، وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

مسئلہ ۹۳: ۱۴محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

اعلیحضرت مجدّد مائۃ الحاضرہ دام ظلکم العالی، وقت قدم بوسی خادم نے مسئلہ پوچھا تھا کہ قمر علی نے زوجہ لطیفن بیگم اور حقیقی بہن فاطمہ بیگم اور حقیقی بھتیجا اسد علی اور مکان وزیور واثاث البیت مجموع تین ہزار روپے کا اور اکیس ہزار ے نوٹ چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے مہر معاف کردیا تھا اور وہ برضائے فاطمہ بیگم واسد علی اپنے حصہ ترکہ کے عوض مکان وزیور واثاث البیت پر قابض رہیں اور باہم وارثان میں اقرار نامہ لکھا گیا کہ فاطمہ بیگم واسد علی کا ان اشیاء میں اور لطیفن بیگم کا زر نقد مذکور میں کوئی حصہ باقی نہ رہا، اب وہ نوٹ فاطمہ بیگم واسد علی میں کس حساب سے تقسیم ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ چودہ ہزار کے نوٹ فاطمہ بیگم اور سات ہزار کے نوٹ اسد علی کو ملیں۔ چنانچہ خادم نے اسی کے مطابق تقسیم کرادیئے، دوسرے روز اسد علی آئے اور کہا میرا حق زیادہ چاہئے مجھے اس میں ساڑھے تین ہزار روپے کا نقصان ہے، اور فتاوٰی مولوی عبدالحٰہ صاحب جلد اول مطبع علوی ص ۱۱۰ کی عبارت پیش کی کہ اس کی رو سے روپیہ مجھ میں اور فاطمہ بیگم میں نصفا نصف تقسیم ہونا چاہئے، اس کا خلاصہ عبارت ملاحظہ اقدس کے لئے حاضر کرتا ہوں:

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید انتقال کرد ورثہ گزاشت یکے ہمشیرہ عینیہ مسمّٰی بہ رابعہ وسہ برادر زادیاں مسمّٰی فاطمہ وزینت وکلثوم ویک برادرزادیان مسمّٰی فاطمہ و زینب وکلثوم ویک برادرزادہ حقیقی مسمے بکر ویک زوجہ مسماۃ خدیجہ کہ جملہ ورثہ مذکورہ صلبی او راحصہ ہشتم داد و راضی کردہ اند پس بقیہ متروکہ زید کہ چگونہ تقسیم باید **ھو المصوب** بعد تقدیم ماتقدم علی الارث ورفع موانع بقیہ ترکہ زید تقسیم بدو سہم شدہ یک سہم ازاں بہمشیرہ حقیقی ویک سہم بہ برادر زادہ خواہد شد باقی ورثہ محجوب خواہند شد۔ واللہ	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے یہ ورثاء چھوڑ کر انتقال کیا، ایک حقیقی بہن جس کا نام رابعہ ہے، تین بھتیجیاں جن کے نام فاطمہ، زینب اور ام کلثوم ہیں، ایک حقیقی بھائی جس کا نام بکر ہے اور ایک بیوی جس کا نام خدیجہ ہے۔ تمام مذکورہ بالا نسبی وارثوں نے بیوی کو آٹھواں حصہ دے کر راضی کردیا ہے۔ زید کا بقیہ ترکہ کیسے تقسیم ہونا چاہئے؟ **ھو المصوب**۔ جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں ان کی تقدیم اور رکاوٹوں کے رفع کے بعد زید کا بقیہ ترکہ دو حصوں پر منقسم ہوگا۔ اس میں سے

اعلم بالصواب۔ کتبہ ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ عفاعنہ القوی۔	ایک حقیقی بہن اور ایک بھتیجے کو دیا جائے گا باقی ورثاء محروم ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی درستگی کو خوب جانتا ہے۔ اس کو محمد عبدالحیٔ نے لکھا ہے قوت والا رب اس سے در گز فرمائے (ت)

جواب کی پوری عبارت عرض کی ہے یہ صورت بعینہٖ وہی صورت واقعہ ہے، حضرت نے اگرچہ حکم زبانی فوراً ارشاد فرمایا تھا مگر کتاب کا حوالہ مولوی عبدالحٔ صاحب نے بھی نہیں دیا ہے لہٰذا امیدوار ہوں کہ اس مسئلہ کی مفصل حقیقت نہایت عام فہم ارشاد ہو۔ ظلکم ممدود باد بندہ محمد احسان الحق عفی عنہ۔ ۱۴ محرم شریف ۱۳۲۱ھ

الجواب:

مکرمی اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حق وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا تھا، مولوی صاحب سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے اس صورت کو فقہ میں تخارج کہتے ہیں کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کرلیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شَے لے کر جدا ہوجائے، اس کا حاصل یہ نہیں ہوسکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہوگیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی اس نے ترکہ سے حصہ پایا ہے تو معدوم کیونکر قرار پاسکتا ہے کہیں معدوم وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے، بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لئے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پالئے اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے عــــہ (اتنے اتنے) سہام ہی پر تقسیم ہو۔ جس جس قدر انہیں اصل مسئلہ سے پہنچتے تھے یہاں کے مورث نے ایک زوجہ ایک بہن ایک بھتیجا چھوڑا مسئلہ چار سے ہوا ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا، زوجہ ترکہ سے اتنا مال لے کر جدا ہوگئی تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہولیا باقی تین رہے جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک بھتیجے کا، تو لازم ہے کہ باقی مال یونہی تقسیم ہو، بہن کو دو، بھتیجے کو ایک، نہ کہ دونوں کو نصفا نصف کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف، باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائے گا یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا اس کا آدھا حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا۔

عــــہ: اصل میں ایسا ہی ہے شاید یہاں کچھ چھوٹ گیا ہے اور غالبًا عبارت یوں ہے: اس قدر سہام ہی پر یا اتنے ہی سہام ہی ہے، لہٰذا قوسین میں بنادیا ہے۔ ازہری غفرلہ،

قال اللہ تعالٰی "اِنِ امْرُؤٌا ھَلَکَ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗۤ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ ۚ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ (ت)

لاجرم یہ سراسر غلط اور حسب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے، زیادہ ایضاح چاہئے باآنکہ مسئلہ خود آفتاب کی طرح واضح ہے۔ تو یوں سمجھئے کہ یہاں تین صورتیں ہیں:

اوّل: یہ کہ وہ مال ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہوا اس کے اصل استحقاق سے کم ہو جیسا یہاں واقع ہوا کہ زوجہ کا حصہ چہارم تھا اور وہ آٹھویں پر راضی ہو گئی۔

دوم: اس کے حق سے زیادہ ہو، مثلاً صورت مذکورہ میں مکان وزیور واثاث البیت ۱۲ہزار کے ہوتے اور بارہ ہزار کے نوٹ تو زوجہ کو بجائے ربع نصف مال پہنچتا۔

سوم: اس کے حق کے برابر ہو، مثلاً مکان وغیرہ چھ ہزار کے ہوتے اور اٹھارہ ہزار کے نوٹ۔

صورت ثالثہ میں واجب ہے کہ بقیہ ورثہ کو مال اسی حساب سے پہنچے گا جو عدم تخارج کی حالت میں پہنچتا۔ تخارج کا اثر صرف اس قدر ہوگا جو اعیان کے تقسیم کا ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا کامل حصہ بے کم وبیش پاتا ہے حصے کہ ہر شیئ میں مشاع تھے فقط جدا ہو جاتے ہیں۔

صورت اولٰی میں جبکہ باقی میع ورثہ کے ساتھ اس وارث نے مصالحہ کیا اور وہ مال جس میں ہر ایک کا حق تھا تنہا خود لیا اور اپنے حصہ سے کم پر راضی ہوا تو جو کچھ اس کے حصے کا باقی رہا واجب ہے کہ ان سب وارثوں کو پہنچے نہ کہ صرف ایک اس زیادت کا مالک ہو جائے دوسرا محروم کیا جائے کہ یہ محض ظلم وناانصافی ہوگا اور پہنچنا بھی ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو یعنی ہر ایک کو اس حساب سے بڑھے جو اصل ترکہ میں اس کا حق تھا کہ وہ شیئ جو وارث مذکور لے کر جدا ہو گیا ہے اس میں ہر ایک کا حصہ اسی حساب سے تھا۔

صورت ثانیہ میں سب بقیہ ورثاء اس وارث کو زیادہ دینے پر راضی ہوئے ہیں تو واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصہ رسد لی جائے نہ یہ کہ سارا بار ایک وارث پر ڈال دیں حالانکہ ان میں سب کے حصے تھے اور سب راضی ہوئے تھے۔ یہ باتیں سب ایسی ہی بدیہی ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۶

جنہیں ہر عاقل ادنٰی نظر سے سمجھ سکتا ہے۔ فقیر نے جو حکم گزارش کیا اس میں ہر صورت پر یہ میزان عدل اپنی پوری استقامت پر رہے گی، صورت اولٰی میں جبکہ زوجہ کا حق چھ ہزار تھے اور وہ تین ہزار پر راضی ہو گئی تو باقی تین ہزار فاطمہ بیگم واسد علی کو ان کے حصص کے قدر پہنچنے واجب ہیں فاطمہ بیگم کا حصہ بارہ ۱۲ ہزار اور اسد علی کا چھ ہزار تھا یعنی فاطمہ بیگم کا اس سے دوگنا، اور اسی حساب سے زیور ومکان واثاث البیت میں ان دونوں نے اپنا حصہ زوجہ کے لئے چھوڑا ہے۔ فاطمہ بیگم کے دو حصے اسے ملے اور اسد علی کا ایک تو ضرور ہے کہ معاوضہ کے تین ہزار سے بھی فاطمہ بیگم کو دو ۲ ہزار ملیں اور اسد علی کو ہزار کہ ان کے اصل حصوں سے مل کر فاطمہ بیگم کے چودہ ۱۴ ہزار اور اسد علی کے سات ۷ ہزار ہو جائیں۔ صورت ثانیہ میں زوجہ نے چھ ۶ ہزار اپنے حق سے زائد پائے۔ بہن بھتیجا دونوں اس زیادت پر راضی ہیں تو ہر ایک کے حصہ سے حصہ رسد یہ زیادت نکالنی لازم۔ بہن کے بارہ ۱۲ ہزار سے چار ہزار نکالیں، اور بھتیجے کے چھ ۶ ہزار سے دو ۲ ہزار۔ اب بقیہ بارہ ۱۲ ہزار میں بہن کے آٹھ ہزار، بھتیجے کے چار ہزار رہے۔ اور وہی نسبت دو ۲ اور ایک کی آ گئی۔ صورت ثالثہ تو خود ایسی ظاہر ہے کہ حاجت اظہار نہیں، عورت کو چھ ۶ ہی ہزار پہنچتے ہیں جو اس کا حق تھے، تو بہن بھتیجے کسی کے حق میں ایک حبّہ کم نہ ہونا چاہئے نہ زائد، لیکن وہ طریقہ کہ مولوی صاحب نے اختیار کیا اس پر کسی صورت میں ہر گز عدل کا نام ونشان نہ رہے گا۔ پہلی صورت میں عورت کے تین ۳ ہزار نکل کر اکیس ۲۱ ہزار فاطمہ بیگم و اسد علی پر نصفاً نصف سے دونوں کو ساڑھے دس دس ہزار پہنچے اور چار ۴ سخت شناعتیں لازم آئیں:

(۱) تین ہزار کہ حق زوجہ سے چھوٹے تھے دونوں کو ملنے چاہئے تھے بہن کو ان سے ایک حبّہ نہ پہنچا۔

(۲) اگر نہ پہنچا تھا تو اس کا اپنا اصل حصہ کہ بارہ ۱۲ ہزار تھے وہ تو ملتا ڈیڑھ ہزار اس میں سے بھی کتر گئے، یہ کس قصور کا جرمانہ تھا۔

(۳) بھتیجا تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھا حالانکہ صرف اس نے پائی۔

(۴) بالفرض اسی کو ملتی تو عورت نے صرف تین ہی ہزار تو چھوڑے تھے بھتیجے کے اصل حصے چھ ۶ ہزار میں مل کر نو ہزار ہوتے یہ پندرہ سو اور کس کے گھر آئے۔

دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ ہزار زیادہ پہنچ کر بقیہ بارہ ہزار بالمناصفہ بٹے اور ویسی ہی شناعتیں پیش آئیں۔ بہن بھتیجا دونوں اپنے نقص حصص پر راضی ہوئے تھے مگر

پورا نزلہ بہن پر گرا۔ کامل چھ ہزار اسی کے سہم سے اڑ گئے اور بھتیجے نے اپنا پورا حصہ چھ ہزار پالیا۔ زیور مکان وغیرہا متاع میں بہن کے بھی دو حصے تھے اور نوٹوں میں عورت کا حق تھا بہن نے متاع میں اپنا حصہ چھوڑا اور نوٹوں میں معاوضہ ایک حبہ بنایا اس کا حصہ مفت کا تھا الٰی غیرذٰلك ممایخاف ولایخاف الانصاف (وغیرہ ذالک جس کا ڈر ہے اور ڈر نہیں مگر انصاف کا۔ ت)

تیسری صورت سب سے روشن تر ہے کسی وارث نے اپنے حصہ سے کچھ نہ چھوڑا، عورت کو جو چھ ہزار چاہئیں تھے بے کم و بیش اتنے ہی ملے اب وہ کون سا جرم ہے جس کے سبب فاطمہ بیگم کا حق ایک چہارم کا اڑ گیا اور وہ کون سی خدمت ہے جس کے صلہ میں اسد علی نے اپنے حق سے دیوڑھا پالیا۔ اگر نوٹ ومتاع کی تبدیلی نہ کرتے تو فاطمہ بیگم بارہ ہزار پاتی اور اسد علی و لطیفن چھ چھ ہزار، صرف اس تبدیلی نے وہ کایا پلٹ کی کہ لطیفن کے چھ ہزار نکل کر فاطمہ کے بارہ ہزار سے نو ہزار رہ گئے اور اسد علی کے چھ ہزار سے نو ہزار ہو گئے۔ اس واضح روشن بدیہی بیان کے بعد کسی عبارت کی بھی حاجت نہ تھی مگر زیادت اطمینان عوام کے لئے ایسی کتاب کی صریح تصریح حاضر جو علم فرائض کی سب سے پہلی تعلیم کافی و وافی و مکمل اور ہر مدرسے کے مبتدی طلبہ میں بھی مشہور و معروف و متداول ہے یعنی متن امام سراج الدین و شرح علامہ سید شریف قدس سرہما اللطیف فرماتے ہیں:

(من صالح من الورثة علی شیئ معلوم من الترکة فاطرح سھامه من التصحیح)ای صحح المسئلة مع وجود المصالح بین الورثة ثم اطرح سھامه من التصحیح(ثم اقسم باقی الترکة)ای مابقی منھا بعد ما اخذہ المصالح(علی سھام الباقین)من التصحیح (کزوج وام وعم)فالمسئلة	جس وارث نے ترکہ سے کوئی معین شیئ لے کر دیگر ورثاء سے مصالحت کرلی تو اس کا حصہ تصحیح میں سے نکال دو یعنی اس کو وارثوں کے درمیان موجود تصور کرکے مسئلہ کی تصحیح کردو اور پھر تصحیح میں سے اس کے حصے نکال دو۔ پھر صلح کرنے والے نے جب معین شیئ لے لی تو تصحیح میں سے جو باقی بچا اس کو دیگر ورثاء کے حصوں پر تقسیم کردو جیسے کوئی خاتون اپنا شوہر، ماں اور چچا چھوڑ کر فوت ہوگئی تو مسئلہ خاوند کی موجودگی میں چھ سے

مع وجود الزوج من ستة وهی مستقیمة علی الورثة للزوج عـــه۱ ثلثة وللام السهمان عـــه۲ وللعم سهم عـــه۳ (فصالح الزوج)من نصیبه الذی هو النصف (علی مافی ذمته للزوجة من المهر وخرج من البین فیقسم باقی الترکة)وهو ماعدا المهر(بین الام والعم اثلاثا بقدر سهامهما من التصحیح(وحینئذ یکون سهمان)من الباقی للام و سهم واحد للعم کما کان کذلك عـــه۴ فی سهامهما من التصحیح فانقلت هلّا جعلت الزوج بعد المصالحة و اخذه المهر وخروجه من البین بمنزلة المعدوم وایّ فائدة فی جعله داخلا فی تصحیح المسئلة مع انه لایاخذ شیئا وراء ما اخذه قلت فائدته انالوجعلناه کان لم یکن وجعلنا الترکة ماوراء

بنے گا جو کہ ورثاء پر برابر تقسیم ہوجائے گا، خاوند کو تین، ماں کو دو اور چچا کو ایک حصہ ملے گا۔ چونکہ شوہر اپنے ذمہ مہر کے بدلے میں ترکہ میں سے اپنا حصہ جو کہ نصف ہے چھوڑنے پر صلح کرکے وارثوں کے درمیان سے خارج ہوگیا لہٰذا باقی ترکہ جو کہ مہر کے علاوہ ہے ماں اور چچا کے درمیان تصحیح میں سے ان کے حصوں کے مطابق تین پر تقسیم ہوگا۔ اور اس صورت میں مہر کو نکال کر باقی ترکہ میں سے دو حصے ماں کو اور ایک حصہ چچا کو ملے گا۔ جیسا کہ یہی حال تصحیح سے حاصل شدہ ان دونوں کے حصوں میں تھا اگر تو کہے کہ صلح کے بعد اور شوہر کے مہر کو لے لینے اور وارثوں کے درمیان سے نکل جانے کے بعد تم نے شوہر کو بمنزلہ معدوم کے کیوں قرار نہیں دیا اس کو مسئلہ کی تصحیح میں داخل کرنے کا کیا فائدہ ہے باوجودیکہ وہ اس کے ماسوا کچھ نہیں لیتا جو کچھ وہ لے چکا ہے؟ میں کہوں گا اس کا فائدہ یہ ہے اگر ہم اس کو کالعدم قرار دیتے اور مہر کے ماسوا کو

عـــه۱: فی النسخة التی بایدینا وللزوج منها سهام ثلثة۔

عـــه۲: السهمان کذا فی نسختنا۔

عـــه۳: وللعم الیك قوموسهم کذا عندنا۔

عـــه۴: کماکان الحال کذلك کذا بنسختنا۔

المهر لانقلب فرض الام من ثلث اصل المال الى ثلث مابقى اذحينئذ يقسم الباقى بينهما اثلاثا فيكون للام سهم وللعم سهمان وهو خلاف الاجماع اذ حقها ثلث الاصل واذا ادخلنا الزوج فى اصل المسئلة كان للام سهمان من الستة وللعم سهم واحد فيقسم الباقى بينهما على هٰذا الطريق فتكون مستوفية حقها من الميراث [2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ واعلم ان هٰهنا طريقه اخرٰى اخذبها بعض المشائخ رحمهم الله تعالٰى لاتعلق لها عندى بما نحن فيه وان فرض فانما يكون عليها فى الصورة المسئول عنها لفاطمة ثلثة عشر الفا ومائة وخمسة وعشرون ولاسد على سبعة اٰلاف وثمان مائة وخمسة وسبعون لم نخترها لان العمل والفتيا بالراجح لاسيما المذهب وانت تعلم ان هذه	ترکہ بناتے توماں کافرضی حصہ مال کی تہائی سے باقی مال (مہرنکالنے کے بعد) کی تہائی کی طرف منتقل ہوجاتا، کیونکہ اس صورت میں باقی مال ان دونوں (ماں اور چچا) کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوتا جس میں سے ماں کو ایک حصہ اور چچا کو دوحصے ملتے اور وہ اجماع کے خلاف ہے اس لئے کہ ماں کاحق اصل ترکہ کا ایک تہائی ہے۔ اور جب ہم نے شوہر کو اس مسئلہ میں داخل رکھا توماں کے لئے چھ میں سے دوجبکہ چچا کے لئے ایک حصہ ہوا۔ چنانچہ مہرنکالنے کے بعد باقی بچ جانے والا مال ان دونوں کے درمیان اسی طریقے پر منقسم ہوگا، تو اس طرح ماں میراث میں سے اپنا پوراحق وصول کرے گی اھ اور اللہ تعالٰی خوب جانتاہے، تو جان لے کہ یہاں ایک اور طریقہ جس کو بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے اختیار کیا میرے نزدیک زیربحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگرہم اس کو فرض کرلیں تواس تقدیر پر صورت مسئولہ میں فاطمہ کے لئے تیرہ ہزار ایک سوپچیس اور اسد علی کے لئے سات ہزار آٹھ سوپچھتّر حصے ہوں گے۔ ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا کیونکہ عمل اور فتوی قول راجح پر ہوتا ہے خصوصًا جبکہ وہ مذہب ہو۔ اور تو جانتاہے کہ یہ طریقہ

[2] الشریفیة شرح السراجیة فصل فی التخارج مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ۷۳ و ۷۴

ایضاً لاتوافق ماسلکہ المجیب اللکنوی فھو خلاف الاجماع قطعًا وباللہ العظمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	بھی اس طریقے کے موافق نہیں جس پر مجیب لکھنوی چلے ہیں تو وہ قطعی طور پر خلاف اجماع ہوا۔ اور اللہ تعالٰی ہی سے عظمت حاصل ہوتی ہے اور اللہ سبحانہ، وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)